کا ہے۔ آپؐ کی سیرت ہر زمانہ اور مقام کے لئے رہنمائی و ہدایت کا چراغ بن سکتی ہے اور بنتی رہی ہے۔ یہ ہماری اور اہل زمانہ کی نارسائی ہے۔ اگر ہم کمالِ انسانیت اور عبدیت کے اس نقطۂ عروج سے پوری طرح استفادہ نہ کرسکیں۔ اس ہمہ گیر عہدِ کامل کا پورا نقشۂ زندگی الفاظ میں پیش کر دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حضورؐ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لئے نمونہ ہے۔ اگر آپؐ کی سیرت میں یہ وسعت اور سمائی نہ ہوتی تو آپؐ پر نبوت ختم نہ ہوتی اور نہ آپؐ کے پیغام کی حفاظت کا اس طرح اہتمام کیا جاتا۔

ادارہ فکر و نظر نے آپؐ کی جامع اور پہلو دار سیرت کے چند گوشے ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی ایک حقیر کوشش کی ہے اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارا نام بھی کوشش کرنے والوں میں شامل کر لیا جائے۔ ورنہ حق ادا کرنے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔ حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اس شمارے کی تیاری میں جن اہلِ قلم نے حصہ لیا ہے وہ ہماری طرف سے شکریے کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزائے خیر کے مستحق ہیں۔

اس شمارے کے بعض مضامین ماخوذ ہیں۔ ان کے انتخاب میں ان کی علمی حیثیت اور افادیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سیرت النبیؐ کی تقریبات

پاکستان میں پہلی بار حکومتی سطح پر عید میلاد النبیؐ منانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ وزارتِ مذہبی امور نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس مقصد کے لئے پچھلے دنوں ایک سیرت کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کے سربراہ خود وفاقی وزیر جناب مولانا کوثر نیازی ہیں۔ یہ کمیٹی وقفے وقفے سے اپنے اجلاس کرتی رہتی ہے، جن میں ان کارگزاریوں کا جائزہ لیا جاتا ہے جو اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلے کا سب سے اہم اور مہتم بالشان پروگرام بین الاقوامی سیرت کانگریس کا انعقاد ہے۔ یہ کانگریس مارچ کے پہلے ہفتے میں شروع ہوگی اور اس کے اجلاس پندرہ دن تک پاکستان کے اہم شہروں میں ہوں گے۔ اس کانگریس میں شرکت کے لئے مسلم ممالک کے علاوہ یورپ اور امریکہ کے متعدد اسکالرز کو دعوت دی گئی ہے۔ اسکالرز کے علاوہ مسلم ممالک کے ۱۵ وزراء بھی اس کانگریس میں شرکت کریں گے۔ کانگریس کے اجلاسوں میں سیرت طیبہ سے متعلق موضوعات پر مقالے

پڑھے جائیں گے۔ بعد میں یہ مقالے کتابی صورت میں شائع کئے جائیں گے۔

پاکستان میں مسلم سربراہ کانفرنس منعقدہ لاہور کے بعد یہ دوسرا بڑا بین الاقوامی اجتماع ہے جو دینی محرک کے تحت منعقد کیا جارہا ہے۔ کانگریس کا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ خود پاکستان میں ہر سال ایک سے زائد بار مختلف موضوعات پر بین الاقوامی سطح کے اجتماعات ہوتے ہیں۔ لیکن پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ نبی کریمؐ کی سیرت وسوانح کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانگریس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔

اس سلسلے میں کئی اور پروگرام بھی تیار کئے گئے ہیں جو تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے تینوں مجلّات اس موقع پر خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں۔ چار خطبوں پر مشتمل ایک مجموعہ "خطبات سیرت" کے نام سے شائع کر کے علماء، خطباء اور ائمہ مساجد میں تقسیم کیا جائے گا۔ یہ خطبات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہیں۔ مختلف شعراء کی سو منتخب نعتوں کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا گیا ہے۔ ملک بھر کے اسکولوں اور کالجوں سے کہا گیا ہے کہ وہ سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر مذاکرے اور تقریروں کے مقابلے منعقد کرائیں تاکہ نوجوان نسل میں آنحضورؐ کی سیرت سے دلچسپی پیدا ہو۔ اسی طرح نعتیہ مشاعروں کا بھی ایک جامع اور وسیع پروگرام بنایا گیا ہے۔

سیرت النبیؐ کے متعلق اس ہمہ جہتی پروگرام سے ملک میں ایک ایسی فضا پیدا ہو جائے گی جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور عظیم شخصیت کا نقش لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے گا اور لوگ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں نیکی خیر صلاح اور تقویٰ کی طرف مائل ہوں گے۔

ربیع الاوّل پہلے بھی آتا تھا، عید میلاد النبی صلعم کی تقریب سعید پہلے بھی منائی جاتی تھی۔ محافلِ میلاد، سیرت النبیؐ کے جلسے پہلے بھی منعقد کئے جاتے تھے۔ لیکن جس معیار اور جس پیمانے پر یہ تقریبات ہوتی تھیں ان سے مقامی سطح پر ایک دینی جذبے کی تسکین کا سامان تو ہو جاتا تھا مگر محسن انسانیت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی آفاقیت کی نسبت سے ان کا دائرہ بہت محدود تھا۔ آپؐ کی عالمگیر شخصیت کا تقاضا کچھ اور چاہتا ہے۔

حکومتِ پاکستان کو یہ شرفِ اولیت حاصل ہے کہ اس نے آپؐ کی پیدائش کا دن آپؐ کے شایان شان طریقے سے منانے کا اہتمام کیا ہے۔ اس قسم کے اجتماعات دین اسلام کے تبلیغی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ

ہونے کے علاوہ شکوہِ ملک و دین کا مظہر بھی ہیں ۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وزارتِ مذہبی امور نے امسال میلاد النبیؐ کی تقریبات کو بامقصد اور باقاعدہ منانے کا جو حوصلہ مندانہ پروگرام بنایا ہے ۔ اس پروگرام کو کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ملک کے ہر طبقے کو اپنی بساط بھر دستِ تعاون بڑھانا چاہیئے ۔ یہ ایک قومی اور ملّی معاملہ ہے ۔ اس میں ذاتی اختلافات یا گروہی مفادات کو بیچ میں نہیں آنے دینا چاہیئے ۔ اس ضمن میں ہمارے علماء، خطباء اور ائمہ مساجد کی ذمّہ داریاں زیادہ ہیں ۔ ان کے اشتراک اور تعاون کی ہر قدم پر ضرورت ہے ۔ امید ہے کہ وہ اپنا فرض پہچاننے میں کوتاہی نہ کریں گے ۔

کراچی سے خیبر تک ایک قوم

گزشتہ دنوں وزیرِ اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے میر پور خاص (سندھ) کی ایک تقریب میں فرمایا کہ کراچی سے خیبر تک ہم سب ایک قوم ہیں اور ایک ہی رہیں گے ۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کی یک جہتی اور سالمیت کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنا دیا جائے گا ۔ وزیرِ اعظم پاکستان نے سندھ کی نسبت سے فرمایا کہ نئے اور پرانے سندھی کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی ۔ ہر نیا شخص وقت گزرنے کے ساتھ پرانا ہو جاتا ہے ۔ یہ ایک تاریخی عمل ہے جو ۲۸ سال کے بعد اپنی منزل پر آپہنچا ہے ۔

وزیرِ اعظم پاکستان کا یہ اعلان ان لوگوں کے لئے باعث تقویت ہوگا جو ایک پاکستان میں یقین رکھتے ہیں اور پاکستان کے باشندوں کے درمیان کسی قسم کی تقسیم و تفریق کے قائل نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ یہ راستہ بحیثیتِ مجموعی سب کے لئے تباہی کا راستہ ہے ۔ وزیرِ اعظم پاکستان کے اس اعلان سے ان لوگوں کی حوصلہ شکنی ہوگی جو پاکستان میں ایسے فتنوں کو ہوا دینا چاہتے ہیں جن سے ہمارا قومی اتحاد پارہ پارہ ہو اور ملک کا شیرازہ بکھر جائے ۔ پاکستان میں کراچی سے خیبر تک ایک اور صرف ایک قوم بستی ہے ۔ یہ بات دراصل ان لوگوں کے جواب میں ہے جو مملکت خداداد میں ایک سے زیادہ قومیتوں کا شوشہ چھوڑ کر پاکستان کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ۔ ورنہ مسلمان ہونے کے ناطے مراکش سے انڈونیشیا تک اور یوگنڈا سے استراخان تک دنیا کے جس خطّے میں بھی جہاں کہیں مسلمان آباد ہیں، چاہے وہاں ان کی اپنی آزاد خود مختار حکومت قائم ہو یا نہ ہو، سب ایک قوم کے افراد ہیں اور اسلامی قومیت کے رشتہ وحدت میں منسلک ہیں ۔ ہماری یہ عظیم تر اور وسیع تر قومیت ہی دراصل ہماری قوت

اورطاقت کا سرچشمہ ہے۔ اور یہی قومیت ہماری بقا اور سلامتی کی ضامن ہے۔ موجودہ دنیا کی بین الاقوامی سیاست پر جن لوگوں کی نظر ہے اور جو اجتماعی مسائل پر اسلامی ذہن سے سوچتے ہیں وہ اس نکتے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اسلامی قومیت کی بنیاد پر اپنی تنظیم کر کے ہی مسلمان من حیث القوم زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ بات خوش آئند اور موجب طمانیت ہے کہ دنیا کے مسلمانوں میں اسلام کی نسبت سے اپنے قومی تشخّص کا شعور بیدار ہو رہا ہے اور انہیں دیگر اقوام کے مقابل اپنی جداگانہ تنظیم کا احساس بھی ہو چلا ہے۔ یہ درست ہے کہ دنیا کے مسلمان اس وقت متعدد وحدتوں میں منقسم ہیں لیکن اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ ایک ہیں اور ان کا نفع و نقصان بھی ایک ہے۔ وہ الگ الگ رہتے ہوئے بھی خود کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو سکتے ہیں۔

وزیر اعظم پاکستان نے سندھ میں نئے پرانے سندھی کی اصطلاح کو عجیب اور بے معنی قرار دیا۔ بہتر ہے اس طرح کی اصطلاحات کو اب ترک کر دیا جائے۔ اس طرح کی اصطلاحات ہمیشہ ایسے عناصر کی طرف سے پھیلائی جاتی ہیں جو ذاتی اغراض اور گروہی مفادات کی خاطر اجتماعی اور قومی مصالح کو قربان کر دینے میں باک محسوس نہیں کرتے۔ نئے اور پرانے کی تمیز سندھ کے علاوہ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بھی پائی جا سکتی ہے۔ ان صوبوں میں بھی اس رجحان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے۔ یہی نہیں بلکہ تقسیم و تفریق کے ہر اس رجحان کا خاتمہ ہونا چاہیئے جو کراچی سے خیبر تک پھیلی ہوئی پاکستانی قوم کو "بنیان مرصوص" نہیں بننے دیتا اور ہمارے قومی حصار میں رخنے ڈالتا ہے۔ نئے اور پرانے سندھی کی اصطلاح جس طرح ۲۸ سال گزرنے کے بعد بے معنی ہو چکی ہے اسی طرح وقت آ گیا ہے کہ سندھی، پنجابی، پٹھان اور بلوچ کے الفاظ بھی اپنی انفرادی حیثیت ختم کر کے ایک کلمۂ جامعہ پاکستان کا جزو بن جائیں، پاکستان میں بسنے والا ہر شخص خود کو صرف پاکستانی کہے۔ سندھی، پنجابی، پٹھان اور بلوچ، یہ فقط نام ہیں جو ہم نے رکھ لئے ہیں ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسلام سے نسبت رکھنے والی قوم کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خود کو انتظامی وحدتوں کی طرف منسوب کر کے باہمی جنگ و جدال اور افتراق و انتشار کا شکار ہو۔ یہ امتیازات محض تعریف و تعارف تک محدود ہوں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن پاکستان میں ان علاقائی نسبتوں نے

جس طرح شر و فساد پھیلایا ہے بہتر ہوگا کہ ہم انہیں زیادہ اہمیت نہ دیں۔ آج یہ علاقائی نسبتیں ہماری قومی زندگی میں اس حد تک دخیل ہو چکی ہیں کہ ہم انفرادی معاملات ہی میں نہیں، اجتماعی امور و مسائل میں بھی اسی نسبت سے سوچنے اور عمل کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اس قسم کے اثرات سے اپنی قومی زندگی کو جتنی جلد ہو سکے پاک کرلیں۔ ہو سکتا ہے کسی فرد یا گروہ کو اس اندازِ فکر و عمل میں وقتی فائدہ نظر آئے لیکن پایانِ کار اس کا انجام نقصان اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ اس قسم کے امتیازی تصورات قوموں اور ملکوں کی تباہی کا باعث ہوئے ہیں۔

ہماری ثقافت کی بنیاد

گزشتہ جنوری کی آخری تاریخوں میں ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی میں کتب خانے سے ملحق ایک نئے شعبے کا افتتاح ہوا۔ افتتاح کی رسم جناب مولانا کوثر نیازی وزیر مذہبی امور نے، جو ادارے کے چیرمین بھی ہیں، ادا کی۔ اس موقع پر مولانا کوثر نیازی نے مسلمانوں کے ثقافتی ورثے کا ذکر کرتے ہوئے اس نکتے کی طرف بطور خاص اشارہ فرمایا کہ ہماری ثقافت کی بنیاد اسلام ہے اور ثقافت کی ایسی کوئی تعبیر مسلمانوں کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکتی جو اسلام کے بنیادی تصوّرات کے منافی ہو۔

آجکل جبکہ دنیا میں ثقافت کا بڑا چرچا ہے اور اس کی تعبیر میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں، ضرورت ہے کہ ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے اس لفظ کا تجزیہ کرکے اس کے مدلول کو متعین کیا جائے۔ نیز اس پس منظر کو واضح کیا جائے جس میں یہ لفظ پروان چڑھا اور ان محرکات و عوامل کو بے نقاب کیا جائے جو اس ثقافتی مہم کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں۔

وزیر مذہبی امور جناب مولانا کوثر نیازی نے دو مختصر جملوں میں ثقافت کے متعلق وہ سب کچھ کہہ دیا جو ایک باشعور مسلمان اس سلسلے میں کہہ سکتا ہے۔ مولانا نے نفیاً اور اثباتاً دونوں طرح اس کے مفہوم کی تحدید کر دی۔ انہوں نے غیر مبہم الفاظ میں یہ بتا دیا کہ ہماری ثقافت کیا ہو سکتی ہے اور کیا نہیں ہو سکتی۔ کوئی شخص مسلمان رہتے ہوئے علیٰ علمٍ و بصیرۃٍ اس سے مختلف ثقافت کی تعریف نہیں کر سکتا۔ وہ ثقافت جو اسلام سے ہٹ کر ہو گی وہ سر تا سر سخافت بلکہ کثافت ہو گی۔ اسلام کی بنیاد پر

(بقیہ ۶۹۲ پر)